تقریر

تقریر بابت اللہ تعالیٰ
وقت 5-7منٹ

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا

اللہ تعالیٰ کی صفت اَلْحَکِیْمُ

(تقریر نمبر17)

اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں فرماتا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَلَهُ الْحَمْدُ فِی الْاٰخِرَةِ ؕ وَهُوَ الْحَكِیْمُ الْخَبِیْرُ (سبا:2)

کہ سب حمد اللہ ہی کی ہے جس کا وہ سب کچھ ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور آخرت میں بھی تمام تر حمد اُسی کی ہو گی اور وہ بہت حکمت والا (اور) ہمیشہ خبر رکھتا ہے۔

قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَاۤ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ (البقرہ:33)

انہوں نے کہا پاک ہے تُو۔ ہمیں کسی بات کا کچھ علم نہیں سوائے اُس کے جس کا تُو ہمیں علم دے۔ یقیناً تُو ہی ہے جو دائمی علم رکھنے والا (اور) بہت حکمت والا ہے۔

جس دل میں رچ گیا ہے محبت سے اُس کا نام
وہ خود نشاں ہے نیز نشاں سارے اس کے کام

(درثمین)

سامعین! میری آج کی تقریر اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام "اَلْحَکِیم" پر مبنی ہے۔ حکیم کے لغوی معنی ہیں۔ دانا، عقلمند اور اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب **اَلْحَکِیْمُ** کا مطلب وہ ذات ہے جس کا فیصلہ اور علم کامل ہے، جو ہر چیز کو اس کی درست جگہ پر رکھتی ہے اور جس کی پیدائش، تدبیر اور احکام میں کوئی خرابی یا بے مقصد بات نہیں۔ اس کا مادہ "ح ک م" ہے جس کا بنیادی مطلب ظلم سے روکنا، انصاف قائم کرنا اور کاموں کو مضبوط اور پختہ طریقے سے انجام دینا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ **اَلْحَکِیْمُ**، قرآن کریم میں اکثر جگہ پر اللہ تعالیٰ کی ایک اور صفت العزیز کے ساتھ آیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ایسا **حکیم** ہے کہ جس کے کام تدبیر میں کوئی خلل نہیں ڈال سکتا۔ اُس کا ہر فیصلہ اور ہر بات درست اور نقص سے پاک ہے۔ جس میں صرف خیر ہی خیر ہوتی ہے۔

حضرت ابن عباسؓ ایک مثال میں بیان کرتے ہیں کہ اَفَغَیْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِیْ حَكَمًا۔ (الانعام:115) کہ حَکَمْ اپنے معنے کے اعتبار سے حاکم سے وسیع تر مفہوم رکھتا ہے۔ حَکَمْ اس حاکم کو کہتے ہیں جس کا کوئی ہمسر نہ ہو اور جسے اس کام کے لئے بطور خاص مختص کیا گیا ہو۔ اسی وجہ سے حَکَم کی صفت صرف عادل کے لئے آتی ہے یا اُس شخص کے لئے استعمال ہوتی ہے جسے بار بار فیصلے کرنے کا موقع ملتا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے اللہ تعالیٰ کی صفت **اَلْحَکِیْمُ** کے معنی بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"لسانُ العرب میں لکھا ہے۔ کہا گیا ہے کہ **اَلْحَکِیْمُ** حکمت والے کو کہتے ہیں۔ عربی کے الفاظ یہ ہیں کہ قِیْلَ اَلْحَکِیْمُ ذُوالْحِکْمَة یعنی حکمت والے کو حکیم کہتے ہیں اور اَلْحِکْمَة سے مراد یہ ہے کہ افضل ترین اشیاء پر افضل علوم کے ذریعہ اطلاع پانا اور اُس کو بھی **اَلْحَکِیْمُ** کہتے ہیں جو مختلف امور کے اسرار و رموز کو مدّ نظر رکھ کر انہیں عمدگی اور مہارت سے بجالائے۔ یعنی افضل ترین اشیاء بہترین اشیاء، مثلاً پیدائش کے لحاظ سے، خصوصیات کے لحاظ سے، بناوٹ کے لحاظ سے، مقام کے لحاظ سے، مرتبہ کے لحاظ

سے، علم کے لحاظ سے، غرض ہر لحاظ سے جو بہترین چیزیں ہیں ان کا کامل علم اور مکمل طور پر احاطہ کرنا۔ یہ حکمت سے مراد ہے اور پھر ان کی گہرائی تک علم حاصل کرنا اور وَالْحَکِیْم عالِم اور صاحب حکمت کو بھی اَلْحَکِیْم کہتے ہیں۔ پھر لکھا ہے کہ حدیث میں قرآن کریم کی صفت اس طرح بیان ہوئی ہے کہ وَھُوَالذِّکْرُالْحَکِیْم یعنی یہ قرآن تمہارے لئے حاکم ہے اور تم پر حاکم ہے یا یہ ایسی مُحکم کتاب ہے جس میں کوئی اختلاف اور اضطراب نہیں۔ صاف احکام ہیں، کوئی ابہام نہیں، جن سے کسی قسم کے نقصان کا احتمال کرتے ہوئے انسان ڈرے۔ لیکن اس کے سمجھنے کے لئے تقویٰ شرط ہے۔ صاف دل ہونا شرط ہے۔ اس مُحکم کتاب کو، جو خدائے حکیم کی طرف سے نازل ہوئی، سمجھنے کے لئے اپنی استعدادوں کے مطابق حکیم ہونا ضروری ہے تب ہی اس کے مُحکم ہونے کی سمجھ آئے گی.....

مفردات امام راغب میں لکھا ہے کہ حکمت کا مطلب علم اور عقل کی مدد سے حق بات تک پہنچ جانا ہے اور خدا تعالیٰ کے صاحبِ حکمت ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس کی اشیاء کے بارہ میں معرفت اور ان کو غایت درجہ تک تکمیل اور عمدگی کا حامل بنا کر وجود میں لانا۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی کسی بھی چیز اور اس کی تکمیل کے بارے میں جو معرفت ہے اس کو عمدگی کا حامل بنا کر وجود میں لانا، کوئی اس میں نقص نہ رہنے دینا اور انسان کے صاحبِ حکمت ہونے سے مراد ہے، ان وجود میں لائی گئی اشیاء کی معرفت حاصل کر لینا اور بھلائی کے کام کرنا۔ اللہ تعالیٰ کی پیدائش کے بارے میں معرفت حاصل کرنا، علم حاصل کرنا۔ تو دنیاوی علم حاصل کرنا بھی جو کہلاتا ہے وہ منع نہیں ہے۔ قرآن کریم میں اس کی طرف رہنمائی بھی فرمائی گئی ہے۔ لیکن تقویٰ سے عاری ہو کر صرف اسی کو سب کچھ سمجھنا اور دین کا خانہ خالی رکھنا، یہ چیز حکمت سے عاری ہے۔ پھر کہتے ہیں کہ جب اللہ کے بارہ میں کہا جائے کہ وہ حکیم ہے تو اس سے وہ معانی مراد نہیں ہوتے جو معانی کسی انسان کو حکیم کہنے سے ہوتے ہیں۔ اسی مفہوم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَلَیْسَ اللّٰہُ بِاَحْکَمِ الْحٰکِمِیْنَ (التین:9) کہ اللہ تعالیٰ سب حاکموں سے بڑھ کر حاکم ہے، یہ بھی اسی لفظ سے نکلا ہے..... شیخ اسماعیل حقّی لکھتے ہیں کہ اَلْحِکْمَۃ وہ معارفِ حقّہ اور احکامِ شریعہ ہیں جن کے ذریعہ نفوس کی تکمیل ہوتی ہے، **اَلْحَکِیْمُ** جو حکمت و مصلحت کے تقاضے کے مطابق کام کرے۔ بزرگ و برتر اشیاء کی معرفت اعلیٰ ترین علم کے ذریعہ حاصل کرنے کو حکمت کہتے ہیں اور تمام اشیاء میں سے معزّز ترین اور بالاترین خدا تعالیٰ کی ذات ہے۔ اس کے سوا کوئی دوسرا اس کی معرفت کی کُنہ کو نہیں جانتا۔ پس **اللہ تعالیٰ حَکِیْم ہے** اس وجہ سے کہ وہ بالا اور معزّز ترین اشیاء کو بلند ترین علم کے ذریعہ سے جانتا ہے۔ کیونکہ عظیم ترین علم وہ ازلی دائمی علم ہے جس کا زوال متصوّر نہ ہو، کوئی تصوّر نہ کر سکے اور وہ علم اس چیز کے حالات سے، جس کے متعلق وہ علم ہے، ایسی کامل مطابقت رکھتا ہے کہ اس میں ذرّہ بھر بھی اخفاء یا شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں، کوئی مشتبہ نہیں اور یہ وصف صرف اللہ تعالیٰ کو ہی حاصل ہے۔ ہاں بسا اوقات ایسے شخص کو بھی حَکِیْم کہا جاتا ہے جو کسی چیز کی صنعتکاری کی باریک در باریک تفصیلات کا علم رکھتا ہو اور اس چیز کو کمال عمدگی سے بناتا ہو اور اس پہلو سے بھی تمام کمال صرف اللہ تعالیٰ کو ہی حاصل ہے کیونکہ وہی حکیم مطلق ہے اور جو شخص تمام اشیاء کی معرفت رکھتا ہو مگر اللہ کا عرفان نہ رکھتا ہو وہ حَکِیْم کہلانے کا مستحق نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اسے عظیم اور بزرگ ترین چیز یعنی اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل نہیں جیسا کہ حضرت مسیح موعود نے فرمایا تھا کہ دنیاوی چیزوں میں ترقی بھی بڑی کر لی لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف جانے کا راستہ بند ہے اس لحاظ سے وہ حکمت سے عاری ہیں۔ باوجود تمام دنیاوی ترقیوں کے اس تعریف کی رو سے ان کو حَکِیْم نہیں کہا جا سکتا۔"

(خطبہ جمعہ 7/ دسمبر 2007ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

" اَلْحَکِیْمُ الْعَالِمُ - عالم - صَاحِبُ الْحِکْمَۃِ - حکمت والا - اَلْمُتْقِنُ لِلْاُمُوْرِ تمام کاموں کو اچھی طرح سے کام کرنے والے کو کوئی بگاڑ نہیں سکتا۔ (اقرب) حِکْمَۃٌ کے معنے ہیں عدل، علم، حلم یعنی دانائی۔ مَا یَمْنَعُ مِنَ الْجِھَالَۃِ یعنی ہر وہ بات جو جہالت سے روکے۔ کُلُّ کَلَامٍ مُوَافِقٍ لِلْحَقِّ۔ ہر وہ کلام جو سچائی کے موافق ہو۔ بعض کے قریب اس کے معنے وَضْعُ الشَّیْءِ فِی مَوْضِعِہٖ کے ہیں۔ یعنی ہر امر کو مناسب طریقے سے استعمال کرنا۔ اس کے ایک معنی ہیں صَوَابُ الْاَمْرِ وَسَدَادُہٗ ہے بات کی حقیقت اور اس کا مغز۔ (اقرب)

حَکَمَ جو حَکِیْمٌ کا مادہ اس کے معنے ہے۔ مَنَعَ مَنْعًا لِاِصْلَاحٍ۔ اصلاح کی خاطر کسی کے کام سے روکنا اور اسی وجہ سے جانور کی لگام کو حَکَمَۃٌ کہتے ہیں۔ ایک شاعر کہتا ہے۔ أَبَنِیْ حَنِیْفَۃَ أَحْکِمُوْا سُفَھَاءَکُمْ کہ اے بنی حنیفہ! اپنے بیوقوفوں کو سمجھاؤ اور بُری باتوں سے روکو۔ (مفردات)۔"

(تفسیر کبیر جلد دوم)

پھر آپ فرماتے ہیں۔

”حکیم اُسے کہتے ہیں جو موقع کے مطابق کام کرنے والا ہو۔ اِس صفت سے یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ اِس کلام کی بھیجنے والی ہستی کے یہ مدّ نظر نہیں ہے کہ وہ لوگوں میں شہرت یا عزّت حاصل کرے بلکہ اُس کے مدِ نظر نوع انسان کا فائدہ ہے۔ پس اُس نے کوئی ایسی تعلیم اِس میں نہیں دی جو بظاہر خوبصورت ہو لیکن بہ باطن خراب ہو۔ بلکہ اُس نے ہر وہ تعلیم جو انسان کے فائدہ کی ہے پیش کر دی ہے۔ خواہ لوگ اُس سے کس قدر ہی کیوں نہ بھاگیں اور بُرا نہ منائیں... چونکہ اِس سورۃ (ہود) میں سزاؤں کا اکثر ذکر ہے۔ اِس لیے اِس کی پیش بندی کرتے ہوئے سورۃ کے شروع میں ہی اپنی صفتِ حکیم کا ذکر کر دیا ہے۔ یعنی وہ سزائیں ہماری صفتِ حکیم کے ماتحت تھیں۔ ظلم کے ماتحت نہیں تھیں۔“

(تفسیر کبیر جلد سوم صفحہ 141-142)

سامعین! حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ حکیم کے معنوں میں فرماتے ہیں۔

”حکیم کے معنی ہی ہیں اپنے محل پر ہر ایک چیز کو رکھنے والا اور مضبوط و محکم رکھنے والا۔ پھر اگر اَلْحَکِیم صفت پر ایمان ہو تو بعثتِ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کر کے کیوں اپنے ایمان کو ضائع کرتے۔ غرض اللہ تعالیٰ یہاں [سورہ الجمعہ آیت 2] بتاتا ہے کہ اُس کے قول و فعل میں سراسر حکمت ہوتی ہے۔ اِس لیے اِس کے انکار سے بچنے کے لیے یہی اصول ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اَلْحَکِیم مانو۔“

(حقائق الفرقان جلد چہارم صفحہ 85)

روایت ہے کہ ایک اعرابی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کی درخواست کی تو آپ نے اسے یہ کلمات سکھائے:

لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ... لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ

(صحیح مسلم کتاب الاذکار والدعاء والتوبہ والاستغفار)

سامعین! اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْكُمُ الْبَيِّنٰتُ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ (البقرہ:210)

یعنی اگر تم اس کے بعد بھی پھسل جاؤ کہ تمہارے پاس کھلے کھلے نشان آ چکے ہیں تو جان لو کہ اللہ کامل غلبہ والا (اور) حکمت والا ہے۔

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ حَکِیْمٌ کو اِس طرح بیان کرتے ہیں کہ

”اگر تم اپنی اصلاح نہیں کرو گے اور طاقت اور قوّت حاصل کرنے کے بعد بنی نوع انسان کی خدمت کرنے کی بجائے ان پر ظلم کرنا شروع کر دو گے اور انہیں مالی اور جانی نقصانات پہنچاؤ گے تو تمہیں یاد رکھنا چاہیے کہ تمہارے سر پر ایک غالب خدا موجود ہے جو تمہیں سزا دینے کی بھی طاقت رکھتا ہے اور تم سے تمہارا اقتدار بھی چھین سکتا ہے۔ پس خدا تعالیٰ سے ڈرو جو ایکدم میں تمہیں بادشاہ سے گدا اور امیر سے فقیر بنا سکتا ہے اور تمہاری عزّت کو ذلّت سے بدل سکتا ہے مگر ساتھ ہی حکیم کہہ کر بتایا کہ اس کا کوئی فعل ظالمانہ نہیں ہوتا بلکہ اس کے ہر کام کے پیچھے بڑی بڑی حکمتیں کام کر رہی ہوتی ہیں۔ پس اس کی سزا بھی ظالمانہ نہیں ہوتی بلکہ انسانی اصلاح کے لئے ہوتی ہے۔ اگر لوگ اپنی درندگی چھوڑ دیں اور خدا تعالیٰ سے سچا تعلق پیدا کر لیں اور بنی نوع انسان کی خدمت اپنا شعار بنا لیں اور سچائی اور راستی اور دیانت اور امانت کو اختیار کر لیں اور ہر قسم کا کھوٹ اپنے دلوں میں سے نکال دیں اور پاک باطن اور نیک دل اور با اخلاق اور خدا ترس بن جائیں تو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر رحم کرتا اور ان کی تضرّعات کو سنتا اور ان کی ناکامیوں اور ذلّتوں کو کامیابیوں اور عزّتوں میں بدل دیتا ہے۔“

(تفسیر کبیر جلد 2 صفحہ 457)

اللہ تعالیٰ کی تمام صفات سے سب سے زیادہ جس شخصیت نے حصہ پایا وہ ہمارے پیارے نبی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپؐ میں بھی اللہ تعالیٰ کی صفت الحکیم بدرجہ اتم موجود تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے قرآن کریم میں فرمایا:

كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ (البقرۃ:152)

جیسا کہ ہم نے تمہارے اندر تمہیں میں سے تمہارا رسول بھیجا ہے جو تم پر ہماری آیات پڑھ کر سناتا ہے اور تمہیں پاک کرتا ہے اور تمہیں کتاب اور اس کی حکمت سکھاتا ہے اور تمہیں ان باتوں کی تعلیم دیتا ہے جن کا تمہیں پہلے کچھ علم نہ تھا۔

آپؐ کی ہر ایک بات، ہر عمل، ہر نصیحت، ہر کلمہ، ہر لفظ اپنے اندر ایک حکمت رکھتا ہے۔ آپؐ کا ہر فعل قرآن کریم کی پُر حکمت تعلیم پر مبنی ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

اَلْكَلِمَةُ الْحِكْمَةُ ضَالَّةُ الْمُؤْمِنِ حَيْثُ مَا وَجَدَهَا فَهُوَ اَحَقُّ بِهَا

(سنن ابن ماجہ کتاب الزھد باب الحکمۃ حدیث:4169)

یعنی حکمت اور دانائی کی بات مؤمن کی گمشدہ چیز ہے۔ جہاں کہیں وہ اسے پاتا ہے وہ اس کا زیادہ حقدار ہوتا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رشک دو آدمیوں کے متعلق جائز ہے۔ ایک وہ آدمی جسے اللہ نے مال دیا ہو اور وہ اسے راہ حق میں خرچ کرتا رہے اور ایک وہ آدمی جسے اللہ تعالیٰ نے حکمت عطا کی ہو اور وہ اس کے ذریعہ سے فیصلے کرتا ہے اور اسے دوسروں کو سکھاتا ہے۔

(صحیح بخاری کتاب الاحکام باب اجر من قضی بالحکمۃ حدیث 7141)

سامعین! ایسی مجلس جس میں حکمت کی باتیں ہوتی ہوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے نِعْمَ الْمَجْلِس کا نام دیا ہے۔ چونکہ حکمت کے ایک معنی علم کے بھی ہیں اور انسان کے علم دماغ روشن کرنے کا باعث بنتا ہے۔ جہالت کو ختم کرتا ہے۔ اس لیے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حکمت ہی تھی جس کے تحت آپؐ نے جنگی قیدیوں کو جنہیں لکھنا پڑھنا آتا تھا انصار کے بچوں کو پڑھانے کے لیے کہا اور یہ بات اُن کی آزادی کے لیے مشروط کر دی۔ جب بچے لکھنے پڑھنے لگتے تو اُس قیدی کو آزاد کر دیا جاتا تھا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

" ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ آج ہمارے غالب آنے کے ذرائع بھی علم و حکمت ہی ہیں۔ تبلیغ کے لئے ایسے ذرائع استعمال کئے جائیں جو حکمت سے پُر ہوں۔ اس لئے علم سیکھنے کی طرف بھی ضرور توجہ ہونی چاہئے۔ اس بارے میں خدا تعالیٰ نے ہمیں قرآن میں بھی حکم فرمایا ہے جیسا کہ فرماتا ہے۔ اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ۔ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ (النحل:126)۔ اپنے ربّ کی طرف حکمت کے ساتھ اور اچھی نصیحت کے ساتھ دعوت دے اور ان سے ایسی دلیل کے ساتھ بحث کر جو بہترین ہو۔ یقیناً تیرا ربّ ہی اسے جو اس کے راستے سے بھٹک چکا ہو سب سے زیادہ جانتا ہے اور وہ ہدایت پانے والوں کا بھی سب سے زیادہ علم رکھتا ہے۔

پس یہ حکم ہے تبلیغ کرنے والوں کو کہ موقع محل کے لحاظ سے حکمت سے بات کرو۔ دوسرے کے بارے میں بھی صحیح علم ہو تا کہ صحیح دلیل کے ساتھ جواب دے سکو اور صرف خشک دلیلوں اور کج بحثی میں نہ پڑو۔ مؤمن کو حکمت اور فراست ہوتی ہے اور علم کے ساتھ یہ بڑھتی ہے۔ اگر ڈھٹائی نظر آئے دوسرے فریق میں تو جیسے کہ پہلے بھی مَیں نے کہا تھا، حکمت یہی ہے کہ پھر ایسی مجلس سے اٹھ جاؤ اور اللہ تعالیٰ کا حکم بھی یہی ہے یا بحث ختم کر دو جب تک کہ دوسرا فریق دلیل اور حکمت سے بات کرنے پر تیار نہ ہو اور یہی طریق عموماً تبلیغ میں دوسرے کے دل کو نرم کرنے اور بات سننے کا ذریعہ بنتا ہے اور بنے گا۔ باقی یہ کہ ہدایت کسی کے حصہ میں آتی ہے کہ نہیں یہ اللہ تعالیٰ کو ہی پتہ ہے۔ ہمارا کام حکمت سے پیغام پہنچاتے چلے جانا ہے۔"

(خطبہ جمعہ 14 دسمبر 2007ء)

سامعین! اللہ تعالیٰ اس کائنات میں کوئی بھی کام کرنے کا حکم اور کسی بھی کام سے ممانعت بہت بڑی حکمت کے بغیر نہیں دیتا، بلکہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے کوئی بھی کام بغیر کسی حکمت کے صادر ہی نہیں ہوتا کیونکہ جو کام یا فعل حکمت سے خالی ہو تو وہ باطل اور فضول ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات باطل اور فضول چیزوں سے بالکل پاک صاف ہے۔ وہی ذات ہے جس نے ہر چیز کو بہترین حکمت کے ساتھ تخلیق سے نوازا ہے۔ جب کوئی مسلمان اللہ کو سچے دل سے اَلْحَکِیم مان لیتا ہے، تو اس کی زندگی میں نمایاں تبدیلیاں آتی ہیں۔ وہ اپنے تمام معاملات میں اللہ پر بھروسہ کرتا ہے، کیونکہ اسے یقین ہوتا ہے کہ اس کا ربّ جو بھی فیصلہ کرے گا، اس میں دانائی ہو گی۔ مشکلات اور مصائب میں انسان مایوس نہیں ہوتا۔ وہ جانتا ہے کہ اس تکلیف کے پیچھے بھی اس کے ربّ کی کوئی حکمت پوشیدہ ہے جو شاید اس کی محدود عقل فی الحال سمجھنے سے قاصر

ہے۔ انسان خود بھی اپنی زندگی میں دانائی اور حکمت سے چلنے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ غور و فکر کرتا ہے اور معاملات کو سمجھداری سے حل کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وہ جسے چاہے حکمت عطا کرتا ہے۔ اور جو بھی حکمت دیا جائے تو یقیناً وہ خیرِ کثیر دیا گیا۔ اور عقل والوں کے سوا کوئی نصیحت نہیں پکڑتا۔ (سورۃ البقرۃ:270)

مختصر یہ کہ اَلْحَکِیم پر ایمان لانا انسان کو روحانی سکون اور ذہنی اطمینان بخشتا ہے اور اسے اس بات کا یقین دلاتا ہے کہ کائنات کی باگ ڈور ایک ایسی ذات کے ہاتھ میں ہے جس کا ہر کام مبنی بر حکمت ہے۔

ہمارے پیارے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

" آج ہم اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ماننے والے ہیں۔ آج ہم قرآنی پیشگوئیوں کو پورا ہوتا دیکھ کر اس یقین پر قائم ہیں کہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام وہی مسیح و مہدی ہیں جن کے آنے کی پیشگوئی تھی اور خدا کی کتاب حضرت عیسیٰ کو فوت شدہ قرار دے کر آنے والے مسیح کی آمد کا اعلان کر رہی ہے۔ خدا کی کتاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت میں سے ہی مسیح و مہدی کی آمد کا اعلان کر رہی ہے۔ تو پھر عدالتیں یا حکومتیں یا اسمبلیاں کیا حیثیت رکھتی ہیں کہ ہم ان کے فیصلوں کو تسلیم کریں اور خدا تعالیٰ کے فیصلے کو جو اَحْکَمُ الْحَاکِمِیْن ہے رڈ کر دیں۔ پس اس فیصلے کو جو عزیز و حکیم خدا نے کیا ہے رڈ کرنے والے رڈ کئے جائیں گے۔ ہمیں زور لگانے والے، یا ہمیں کہنے والے کہ اس کو رڈ کر دو، وہ خود رڈ کئے جائیں گے اور ہم ان شاء اللہ ہمیشہ کی طرح کامیابی کی منزلیں طے کرتے چلے جائیں گے۔ اس لئے چاہے وہ پاکستان کی اسمبلی ہو یا کسی اور ملک کی اسمبلی ہو ہمیں اُن کے فیصلوں کی ذرّہ بھر بھی پرواہ نہیں۔ کیونکہ ان کے فیصلے تقویٰ سے عاری اور جہالت کے پلندے ہوتے ہیں۔ آج اگر کسی حَکَمْ نے فیصلہ کرنا ہے اور ہمیشہ سے جو حَکَمْ فیصلہ کرتا آیا ہے وہ خدا تعالیٰ کی ذات ہے اور وہی سب سے بڑا حَکَمْ ہے، منصف ہے، جج ہے جس نے فیصلے کئے ہیں اور ان کے فیصلوں کے مطابق ہم اسی دین پر قائم ہیں جو محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے تھے اور ان شاء اللہ مرتے دم تک قائم رہیں گے۔"

(خطبہ جمعہ 7/ دسمبر 2007ء)

(کمپوزڈ: مسز عائشہ چوہدری۔ جرمنی)